عورت کی قرآنی تصویر ۔ ۳

ڈاکٹر سید حسن الدین احمد
پیوریا ۔ الینآئے ۔ امریکا

(گزشتہ سے پیوستہ)

تخلیق کے مقاصد: قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی تخلیق کا ایک مقصد یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے سکون و راحت حاصل کریں:

هُوَ الَّذِی خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ (الاعراف ۷: ۱۸۹)
(وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اسکا جوڑا بنایا تا کہ اسکے پاس سکون حاصل کرے) (مزید دیکھیے الروم ۲۱ اور الشوریٰ ۱۱)

اوردوسرا مقصد یہ ہے کہ دونوں مل کر نسل انسانی کی افزائش کریں:
وَاللهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَ حَفَدَةً (النحل ۱۶: ۷۲)
(اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کیے)

ان مقاصد کے حصول کی خاطر اللہ نے ان دونوں میں ایک دوسرے کے لیے کشش پیدا کی ہے ۔ ایک طرف ہم عزیز مصر کی بیوی اور دوسری عورتں کے طرز عمل (دیکھیےسورۂ یوسف آیات ۲۵-۲۳ اور ۳۰-۳٤) سے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے عورتوں کے اندر مردوں کے حسن اور وجاہت کی کشش پیدا کی ہے ۔ دوسری طرف مردوں کے لیے فرمایا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ (آلِ عمران ۳: ۱٤)
(لوگوں کے لیے مرغوبات نفس --- عورتیں (اور دیگر اشیاء) --- بڑی خوشنما بنادی گئی ہیں)

مردوں کے اندر عورتوں کی محبت اور کشش پیدا کرنے کے لیے اللہ نے انکو جو خصوصیات عطا کی ہیں انمیں چہرے کے حسن کے علاوہ سحر انگیز آنکھیں ، جاذب نظر جسم اورچلنے پھرنے کےدلکش انداز شامل ہیں ۔ قرآن عورتوں کے حسن کے چند وہ مظاہر جو مردوں کے اندر عورتوں کے لیے حب شہوت پیدا کرتے ہیں کچھہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ مردوں کو انکے ایمان اور عمل صالح کی بنا پر جنت میں ان ہی خصوصیات کی حامل حوریں ملیں گی ۔ حوروں (عورتوں) کے حسن کے چند مظاہر اس طرح بیان ہوئے ہیں: وہ نیک خصلت اور حسین ہیں:

فيهِنَّ خَيرَاتٌ حِسَانٌ ○(الرحمن ۵۵: ۷۰)
(ان نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوبصورت بیویاں)

ایک جگہ قرآن بتاتا ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں ہی حسن و کشش کا معیار ہیں بلکہ نظروں کا بچانا بھی حسن میں کشش کا باعث ہے:

وَعِندَهُمْ قَٰصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ○ (الصافات ۳۷ :٤۸)
(اور انکے پاس نگاہیں بچانے والی ، خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی) (مزید دیکھیے ص ۵۲، الدخان ۵٤، الطور ۲۰، الرحمن ۵٦و۷۲، الواقعہ ۲۲)

ایک اور جگہ فرمایا کہ عورت کی جوانی اور ہم عمری کشش کا باعث ہیں:

وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ○ (النباء ۷۸: ۳۳)
(اور بلند سینوں والی ھم سن لڑکیاں) (مزید دیکھیے ص ۵۲، الواقعہ ۳۶-۳۷)

ایک جگہ قرآن نےعورتوں کو یاقوت اور مرجان کی مانند قرار دیا ہے یعنی جس طرح ان پتھروں کی جھلملاہٹ نظروں کو خیرہ کرتی ہیں اسی طرح عورتوں کے حسن اور جسم کی چمک و دمک بھی کشش رکھتی ہیں:

كَأَنَّهُنَّ اليَاقُوتُ وَالمَرْجَانُ ○ (الرحمن ۵۵: ۵۸)
(اور وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے ہیرے اور موتی)

چنانچہ مردوں کی حریص نگاہوں اورانکی دست درازیوں سے بچانے کے لیے ایسی قدروقیمت رکھنے والی عورتوں کی حفاظت اسی طرح کرنی چاہیے جیسے ہیرے و جواہرات کی کی جاتی ہے:

كَأَمْثـَلِ اللُّؤْلُوءِالمَّكْنُونٌ ○(الواقعہ ۵۶:۲۳)
(ایسی حسین جیسے چھپاکر رکھے ہوۓ موتی) (مزید دیکھیے الصافات۴۹)

لیکن ایک دوسرے کے درمیان باھم ایسی کشش پیدا کرکے اللہ نے مرد اور عورت کو آزاد نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جانوروں کی طرح جب چاہیں ، جہاں چاہیں ، اور جس سے چاہیں اپنے جنسی تعلقات قائم کرتے پھریں بلکہ قرآن نے عورت کی شخصیت ، عزت نفس ، آبرو اور جسم وجان کی حفاظت کی خاطر چند ضابطے بتائۓ ہیں جن پر سکون و راحت کے حصول کی خاطرعمل ضروری ہے۔ اس سے پہلے کہ ھم ان ضابطوں کا مطالعہ کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ھم انسانی زندگی کے چند بنیادی حقائق اور اصول کو اچھی طرح سمجھہ لیں تاکہ ان تقاضوں کی حکمت اور اہمیت ھم پرواضح ہو سکے ۔ قرآن ھمیں بتاتا ہے کہ کس طرح ایک ضابطہء اخلاق کے تحت اس جنسی کشش اور طلب سے مرد اورعورت دونوں کو افزائش نسل اور سکون و راحت حاصل کرنا چاہیے اور پھر اسکے لیے کیا ذمہ داریاں پوری کرنی چاہییں ۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہییے کہ یہ زندگی دونوں کے لیے ایک امتحان ہے اور اللہ نے شیطان کو اسکی اجازت دی ہوئی ہے کہ وہ انسان کو ضابطہء اخلاق توڑنے پر اکسائۓ ۔ دوسری طرف مرد جسمانی طور پر قوی اور ذھنی طور پر جارح ہونے کی وجہ سے ہرعمل میں ہمیشہ ہی عامل اورغالب ہوتا ہے خواہ جارحیت اور پیش قدمی عورت ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو ۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی عورت کے واقعے میں ھم یہ دیکھتے ہیں کہ اگرچہ پیش قدمی عورت کی طرف سے تھی اور وہ خود گناہ کی دعوت دے رہی تھی مگر اسکے باوجود وہ مرد کو مغلوب نہ کرسکی (دیکھیے یوسف آیات ۲۳-۲۵ اور ۳۰-۳۴) ۔ دوسری طرف عورت نازک بدن اور فطرتا" رحم دل ہوتی ہے ۔ اسکو دشمن کے بچے پر بھی رحم آتا ہے ۔ اسکو وہ آنکھہ کی ٹھنڈک نظر آتا ہے اور اسی لیے تو فرعون کی بیوی فرعون کو اسکے قتل سے منع کرتی ہے:

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۚ لاَ تَقْتُلُوهُ ۖ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَ هُمْ لاَ يَشعُرُونَ ○
(القصص ۲۸:۹)
(اور فرعون کی بیوی نے اس سے کہا "یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ، اسے قتل نہ کرو ، کیا عجب کہ یہ ھمارے لیے مفید ثابت ہو یا ھم اسے بیٹا ہی بنا لیں ۔" اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے)

چنانچہ فطری طور پر رحیم و شفیق ہونے کی بنا پر عورت ہرعمل میں معمول اور مغلوب ہوجاتی ہے ۔
ایک بات یہ بھی ذھن میں رکھنی چاہیے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ اسکے گرد حفاظتی حصار قائم کیے جاتے ہیں تاکہ وہ قیمتی چیز نامعلوم لٹیروں کی دست برد سے محفوظ رہ سکے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ حفاظت کے لیے حصار بندی قیمتی اشیاء کے گرد ہوتی ہے نہ کہ نامعلوم لٹیروں کے گرد ۔ چنانچہ اللہ عورت کی ایسی ہی قیمتی خصوصیات کی بنا پرخصوصی طور پر اسکی عزت و آبرو کی حفاظت کا سامان کرتا ہے جب وہ عورتوں سے ان ضابطوں پر عمل کرنے کا مطالبہ کرتا ہے ۔
حفاظت کا سب سے پہلا اخلاقی اور تہذیبی حصارجو اللہ نے عورت اور مرد کے گرد قائم کیا ہے وہ انکے جسموں پر لباس ہیں جو انکے جنسی اعضاء کو دوسروں سے چھپاتے ہیں:

يٰبَنِیٓ ءَادَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِیْ سَوْءَاتِكُمْ وَرِيْشًا ۚ (الاعراف ۷: ۲٦)
(اے اولاد آدم ، هم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو)

لباس کے موضوع پرهم اس سے پہلے قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایک تفصیلی مطالعہ کرچکے ہیں (دیکھیے ماہانہ زندگئی نو ۔ نئی دهلی ۔ مارچ ۲۰۰۷ء ۔ صفحات ٤۰-٤۹) .

حفاظت کا ایک دوسرا حصار ایک دوسرے کے لیے حرمت اور پاکیزگی کا ہے جو اللہ نے معاشرے کے چند مخصوص مرد اور چند مخصوص عورتوں کے درمیان خونی ، ازدواجی اور رضاعی رشتوں کی بنا پر قائم کیا ہے جس کا تفصیلی مطالعہ هم پہلے کرچکے ہیں (دیکھیے النسآء آیات ۲۳-۲۲ ، النور آیت ۳۱ **اورالاحزاب آیت ۵۵**) . یہاں هم غیر ضروری طوالت کے خوف سے ان رشتوں کی تفصیل میں جائے بغیر صرف یہ بتانا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ وہ مرد اور عورت ہیں جو صبح و شام ایک دوسرے کے ساتھہ اٹھتے بیٹھتے ، کھاتے پیتے ، بات چیت کرتے اور آپس میں لین دین کرتے رہتے ہیں اور یہ خود ایک دوسرے کی عزت اور حرمت کےمحافظ ہیں . انکو چھوڑ کر بقیہ سارے ہی مرد اور عورت اپنی شهوت اور جنسی خواہشات کی تکمیل و تسکین صرف ان ہی مرد اور عورت کے ملاپ سے کرسکتے ہیں جنسے انکے درمیان حرمت کا رشتہ قائم نہیں ہے یعنی جو ایک دوسرے کے لیے غیرمحرم ہیں . ایسی تسکین انسان دو طریقوں سے حاصل کرلیتا ہے

۱- جائزجنسی تعلق یعنی باضابطہ شادی سے ۲- ناجائز جنسی تعلق یعنی زنا یا جبری عصمت دری سے .

انسان جب اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کی خاطرباضابطہ شادی کرتا ہے تو قرآن عورت کو جوحقوق اور ذمے داریاں دیتا ہے انکا مطالعہ هم انشآء اللہ آگے کریں گے - یہاں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ پہلے هم ناجائزجنسی تعلق پرغور کرلیں .

قرآن نے ناجائز جنسی تعلق یعنی برضا و رغبت زنا یا جبری زنا (عصمت دری) کو نہ صرف یہ کہ مکمل طور پر ممنوع قرار دیا ہے بلکہ اسکے قریب بھی جانے سے منع کیا ہے:

وَلاَ تَقْرَبُواالزِّنَیٓ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيلاً ○ (الاسراء ۱۷: ۳۲)
(زنا کے قریب نہ پھٹکو ۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ)

آخر قریب پھٹکنے سے کیا مراد ہے؟ مراد یہ ہے کہ ایسے وہ سارے کام نہ کیے جائیں جو زنا کے لیے تحریک کا باعث بن سکتے ہیں . یہ هدایت مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے - آئیے دیکھیں کہ قرآن کی وہ کیا هدایات ہیں جن پر اگرمرد اورعورت انکی پوری روح کے ساتھہ عمل پیرا ہوں تو وہ اپنے کو غیر محرم کے ساتھہ ناجائزجنسی تعلق قائم ہونے سے بچاسکتے ہیں اور اگر ایسا کوئی تعلق کسی زور و زبردستی سے قائم ہو بھی جائے تو قرآن کس طرح عورت کی مدد کرتا ہے .

هم نے اس سے پہلے یہ دیکھا ہے کہ عورتوں کی طرف کشش کا ایک سبب انکی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں ہیں- دوسری بات یہ ہے کہ آنکھوں کے ذریعے انسان اپنے دلی جذبات اور احساسات کا اظہار بھی کرتا ہے . چنانچہ نظروں کا نیچے رکھنا بھی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے . قرآن نے اسی لیے تر نامحرم مردوں اور عورتوں کو هدایت دی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے اپنی نظریں نیچی رکھیں اور ماسواء اپنے شوهر یا بیوی کےہرایک کے سامنے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں . جہاں مردوں کے لیے حکم ہے کہ:

قُل لِّلمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوامِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ (النور ۲٤: ۳۰)
(مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچاکررکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)

وہیں عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ:

وَقُل لِّلمُؤْمِناتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (النور ۲٤: ۳۱)
(**اور مومن عورتوں** سے کہو کہ اپنی نظریں بچاکر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں)

اب جن هدایات کا هم مطالعہ کریں گے وہ صرف عورتوں کے لیے ہیں ۔ اس لیے نہیں کہ مردوں کو یہاں عورتوں پر فوقیت دی گئی ہے یا عورتوں پر یک طرفہ پابندی لگائی گئی ہے بلکہ مردوں کو قدرت نے ان جسمانی صفات سے محروم رکھا ہے جن سے صرف عورتوں کو نوازا ہے ۔ ایک امیر شخص سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے قیمتی جواھرات کی سرعام نمائش نہ کرے بلکہ انکی حفاظت کی خاطر انکو اس طرح رکھے کہ عام شخص کی دست وبرد سے دور ہوں تو کیا ان لوگوں کے مقابل جنکے پاس جواہرات ہیں ہی نہیں اس امیر شخص کی آزادی کو چھینا یا سلب کیا جارہا ہے؟ وہ تو کوئی عقل سے عاری شخص ہی ہو گا جو اس طرح کی سوچ رکھتا ہو ۔ امیر شخص کا اپنے جواہرات کو دوسروں کی دست وبرد سے بچانے کا عمل درحقیقت اسکے اپنے فائدے کے لیے ہے ۔ اس عمل سے وہ غریبوں سے کم تر نہیں ہوجاتا اور نہ ہی اسکا کوئی حق مارا جاتا ہے بلکہ وہ اپنی قیمتی چیزوں کی حفاظت کا ایک زائد حق حاصل کرتا ہے جو قیمتی چیزوں سے محروم لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا ۔ اسی طرح عورتیں مردوں کے مقابلے میں قدرتا" بہت حسین تو ہوتی ہی ہیں لیکن فطرتا" بھی انکو بناؤ اور سنگھار کا جذبہ دیا گیا ہے ۔ اس زیب و زینت سے جب عورت مرد کے سامنے آتی ہے تو مرد اسکی طرف ایک کشش محسوس کرتا ہے ۔ایسی صورت میں اسکا امکان کافی بڑھ جاتا ہے کہ ایک غیر محرم مرد اس کشش کا شکار ہوکر دست درازی پر اتر آئے ۔ ایسی ھی دست درازیوں سے عورت کو بچانے کے لیے قرآن اس کو حفظ ما تقدم کے طور پرچند حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی هدایات دیتا ہے اور اس طرح انکو اپنے بچاؤ کے لیے ایک غیرمعمولی قوت مہیا کرتا ہے ۔ انمیں سے ایک یہ ہے کہ عورتیں اپنی وہ تمام زینت غیر محرم مردوں پر ظاہر نہ ہونے دیں جو عموما" خود سے ظاہر نہیں ہوتیں:

وَلاَ يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا‌ۖ (النور ۲٤: ۳۱)
(اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اسکے جو خود ظاہر ہو جائے)

هم دیکھہ چکے ہیں کہ قرآن نے همیں بتا یا ہے کہ عورت کا ایک اور وصف جو مرد کی نظر کو کھینچتا ہے وہ اسکا سینہ یا بدن کی جوانی ہے ۔ چنانچہ قرآن اسکی هدایت کرتا ہے کہ عورت اپنے سینوں کو سر کے دوپٹے سے چھپائے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ‌ۖ (النور ۲٤: ۳۱)
(اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹوں کے آنچل ڈالے رہیں)

لیکن اگر عورت اپنا یہ وصف کھو بیٹھے اور اس میں مرد کے لیے کشش کا امکان باقی نہ رہے تو پھرقرآن اس کو اس حفاظتی عمل کو ترک کردینے کی اجازت دیتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الَّتِى لاَ يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
غَيْرَ مُتَبَرِّجَـٰتِۭ بِزِينَةٍ‌ۖ وَ أَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيرٌ لَّهُنَّ (النور ۲٤:۶۰)
(اور جوانی سے گزری بیٹھی عورتیں جو نکاح کی توقع نہ رکھتی ہوں تو انکے لیے کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنے دوپٹے اتارکر رکھدیں بشرطے کہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں ۔ اور اگر حیاداری برتیں تو انکے حق میں بہتر ہے)

یوں توعورت کا پورا جسم ہی جاذب نظر ہے اور جب وہ مختلف رنگوں پر مشتمل طرح طرح کی وضع و قطع کے لباس پہن کر کسی وجہ سے گھر سے باہر نکلتی ہے تو حسن و جسم کی یہ نمائش مردوں کے لیے امتحان اور عورتوں کے لیے خطرے کا باعث بن جاتی ہے ۔ اسی لیے تو قرآن نے عورت کو هدایت دی ہے کہ وہ باہر نکلتے وقت خود اپنی حفاظت کی خاطر اپنے جسم و لباس پر ایک قبا یا کوٹ یا چادر ڈال لیا کرے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيهِنَّ مِن جَلاَبِيبِهِنَّ‌ۚ
ذَالِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعرَفْنَ فَلاَ يُؤْذَيْنَ (الاحزاب ۳۳: ۵۹)

(اے نبی ، اپنی بیووں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہدو کہ اپنے اوپر اپنی جلباب ڈال لیا کریں ۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں)

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن یہ بھی ھدایت دیتا ہے کہ عورتیں پیر مار کر نہ چلیں کہ انکے پیروں کے زیورات کی جھنکار سے مرد مخواہ انکی طرف متوجہ ہوں بلکہ وہ دھیمی اور باوقار چال کے ساتھ چلیں تا کہ غیر ضروری طور پر دوسرے لوگ انکی طرف متوجہ نہ ہوں:

وَلاَ يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ (النور ٢٤: ٣١)

(اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہو اسکا علم لوگوں کو ہو جائے)

یہ سارے عوامل حیاء کے مظاہر ہیں ۔ حیاء کے ساتھ عورت اور مرد باہمی ملاقات اور معاملات برتنےکا حق رکھتے ہیں ۔ قرآن ھمیں بتاتا ہے کہ مدین کی ایک عورت کس طرح حیاء کے ساتھ ایک اجنبی مرد یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر انسے گفتگو کرتی ہے:

فَجَآءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ (القصص ٢٨: ٢٥)

(ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اسکے پاس آئی اور کہنے لگی " میرے والد آپکو بلا رہے ہیں تاکہ آپنے ھمارے لیے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اسکا اجر آپکو دیں)

حیاء ہی وہ وصف ہے جو انسان کو غیر اخلاقی اور ناجائز کام سے بچاتا ہے ۔ حیاء دراصل مرد اور عورت کےدرمیان دفاعی حصار کا کام کرتی ہے ۔ حیاء نہ ہو تو پھر انسان جو چاہے کرتا پھرے (حدیث) ۔ قرآن کے یہ اصول رواں دواں انسانی زندگی میں اس بند کا کام کرتے ہیں جو گناہوں کے بپھرے ہوئے سیلاب کو روکتا ہے ۔ ایک دفعہ یہ بند کھول دیا جائے یا ٹوٹ جائے تو پھر اس سیلاب میں ہر چیز بہہ جاتی ہے ۔ جس معاشرے نے قرآن کے اس بند کو کھول کرآزادی کے نام پر عورت کومحفوظ مقام سے نکال کر عام مردوں کی صف میں کھڑا کردیا ہے وہاں وہ سوسائٹی گرل (سبھا کی پری) تو بن گئی ہے مگر اپنی شناخت ، عزت نفس اور وقارو احترام کھو بیٹھی ہے ۔ شاید علامہ اقبال نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جب انھوں نے کہا:

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جسکا وہ راز اب آشکار ہو گا

اور بات تو اب یار کے دیدارعام سے بڑھ کراسکے استعمال عام (فیشن پریڈ میں شھوت ابھارنے والے اعضاء کی نمائش ، بغل گیری ، بوسہ بازی، اور برضاو رغبت زنا) اور چھینا جھپٹی (جبری عصمت دری اور قتل و اغواء) سے بھی آگے جا چکی ہے ۔ اور یہ انجام بالکل قدرتی ہے جیسا کہ پانی پر بند کھول دینے کی مثال سے واضح ہے:

تمہاری تہذیب میں اہل مغرب اسکے سوا اور کیا ہے؟
جام و مینا میں ڈوب جانا و اعضائے خمدار کی نمائش

اور اب تو مذھبی اقدار سے آزاد لادینی تہذیب میں رہنے والی عورتیں بھی یہ محسوس کرنے لگی ہیں کہ لباس سے ڈھکے ہوئے جسم ہی میں انکو قوت مدافعت حاصل ہوتی ہے ۔ آزادی نسواں کی نینسی کرانز کہتی ہیں کہ جسم کو مناسب طور پر نہ ڈھانکنے والی لڑکیاں اپنی قوت سے دست بردار ہوجاتی ہیں ۔ دیکھیے:
[8]. Nancy Krantz, Women's Lib., *Chicago Tribune*, September 3, 2006, Letters

ایک اور ظلم جوعام طور پر معاشرہ عورت پر کرتا ہے وہ یہ کہ صرف ظاہری حالات کودیکھ کر وہ معصوم عورتوں پر بدچلنی کا الزام عائد کردیتا ہےاور جسمانی سزائیں دیدیتا ہے ۔ جبکہ ایک باشعور اور با انصاف معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ کسی پر الزام لگانے سے پہلے صحیح صورت حال معلوم کرے ۔ کسی بے قصور عورت پر جھوٹا الزام لگ جانا کیا کم سزا ہے کہ وہ جسمانی سزا کی مشقت بھی برداشت کرے ۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ کسی عورت کو زنا میں ملوث ہونے کی سزا صرف اور صرف اسی وقت دی جاسکتی

ہے جب اسکے جرم کے ثبوت کے لیے ایک یا دو نہیں بلکہ کامل چار ایسے گواہ پیش ہوں جو اسکی گواہی دیں کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے مرد اور عورت کو آپس میں برضا و رغبت عمل زنا میں مصروف دیکھا ہو۔ فرمایا:

وَالَّـٰتِى يَأْتِينَ الْفَـٰحِشَةَ مِن نِّسَـآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ (النسآء ٤: ١٥)
(تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں انپر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو)

خواہ زنا کا الزام لگانے والا شوہر ہی کیوں نہ ہو۔ اسکو بھی چار گواہ پیش کرنے ہوں گے ۔ اگر شوہر نے اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کو زنا میں ملوث دیکھا ہو اور چار گواہ نہ پیش کرسکے تو خود اسکو چار مرتبہ حلفیہ گواہی دینی ہوگی اور پانچویں مرتبہ اپنے اوپر لعنت کی بددعاء کرنی ہوگی کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو ۔ اس صورت میں بھی قرآن عورت کو زنا کی سزا سے بچا دیتا ہے اگر ملزمہ بیوی چار مرتبہ حلفیہ گواہی دیدے کہ اسکے شوھر کی گواہی جھوٹی ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر شوہر سچا ہو اس پر اللہ تعالی کا غضب ٹوٹے:

وَيَدْرَؤُا عَنهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَـٰدَ ٰتٍۭ بِاللهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَـٰذِبِينَ ○ (النور ٢٤: ٨)
(اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھاکر شہادت دے کہ (اسکا شوہر) جھوٹا ہے)

اس طرح دنیا میں قرآن کمزور عورت کا دفاع کرتا ہے ۔
قرآنی تعلیم کے تحت چار گواہوں کی عدم موجودگی میں کسی بھی عورت کو زنا کی سزا نہیں دی جاسکتی خواہ زنا کے الزام کے ثبوت میں انسانی فہم و تجربے کے تحت قرائن و آثار کتنے ہی قوی اور حتمی کیوں نہ ہوں ۔ آخر قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے باپ کی پیدائش کا تذکرہ انتہائی تفصیل سے کیوں بیان کرتا ہے؟ آئیے دیکھیں کہ سورۃ مریم میں قرآن کس طرح حضرت مریم کا دفاع کرتا ہے:

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَامَرِيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ○ يَـٰأُخْتَ هَـٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ○ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ○ قَالَ إِنِّى عَبْدُاللهِ ءَاتَـٰنِىَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِى نَبِيًّا ○ (مریم ١٩: ٢٧-٣٠)
(پھر وہ اس بچے کو لیے ہوئے اپنی قوم میں آئی ۔ لوگ کہنے لگے "اے مریم یہ تو تو نے بڑا پاپ کرڈالا ۔ اے ھارون کی بہن ، نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی" ۔ مریم نے بچے کی طرف اشارہ کردیا ۔ لوگوں نے کہا " ہم اس سے کیا بات کریں گے جو گھوارے میں پڑاہوا ایک بچہ ہے؟" بچہ بول اٹھا "میں اللہ کا بندہ ہوں ، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا)

معاشرہ جب دیکھتا ہے کہ حضرت مریم اپنی گود میں ایک بچہ لیے آرہی ہے جبکہ اسکی شادی نہیں ہوئی ہے تو انسانی فہم اور تجربے کی بنا پر وہ حیرت زدہ ہوجاتا ہے اور فورا" حضرت مریم پر اپنے نیکوکار ماں اور باپ کے نام پر بدنامی کا داغ لگانے (یعنی مریم پرزنا) کا الزام لگادیتا ہے ۔ معاشرہ اپنے فہم اور تجربے کی بنا پر اس بات کو کس طرح قبول کرسکتا تھا کہ ایک غیرشادی شدہ عورت بغیر کسی ناجائز آشنائی یا زنا کے مرتکب ہوئے حاملہ ہوسکتی ہے اوربچہ جن سکتی ہے ۔ حقیقتا" یہ ایک محیرالعقول واقعہ تھا چنانچہ قرآن نے مریم کا دفاع بھی ایک محیر العقول واقعے سے کیا کہ وہ بچہ خود ہی بول اٹھا کہ وہ اللہ کا ایک نبی تھا ۔ یہ واقعہ جہاں ایک طرف اللہ کی قدرت کی طرف توجہ دلاتا ہے وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ عورت پر صرف ظاہری قرائن اور فہم کی بنا پر نہ صرف یہ کہ زنا کی حد نافذ نہیں کی جاسکتی بلکہ اسکو اس بنیاد پر بدنام بھی نہیں کیا جاسکتا ۔ چنانچہ قرآن معاشرے کو ہدایت دیتا ہے کہ محض قرائن اور آثار کی بنا پرایسا کوئی الزام نہ لگایا جائے بلکہ اگرکوئی ایسا الزام لگائے تو نہ صرف یہ کہ اسپر ہرگز یقین نہ کیا جائے بلکہ اسکا علانیہ رد کیا جائے:

لَّوْ لَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيرًا وَقَالُوا هَٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ ○ (النور ٢٤: ١٢)
(جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے؟)

کیا اس دنیا میں ایسا نہیں ہوتا یا ہوسکتا کہ عورت کی جبری عصمت دری کی گئی ہو؟ اگر یہ عصمت دری اسکے ہوش و حواس میں ہوئی ہے تو کیا بے شمار عورتیں بدنامی اور بدسلوکی کے خوف سے اسکو چھپاتی نہیں یا کسی اور جگہ رہائش اختیار نہیں کرلیتیں؟ اور اگر اسکی بیہوشی یا لاعلمی میں اسکی عزت لوٹی گئی ہے توخود اسی کو اسکا علم کیسے ہوسکتا ہے؟ اور کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مصنوعی طریقے سے عورت کے رحم میں مادہ منویہ ڈال دیا گیا ہو؟ اور اب امریکا میں مادہ منویہ کےبینک قائم ہوچکے ہیں جنکی مدد سے عورت کو مصنوعی طریقے سے حاملہ کرنے کا طریقہ تو کافی رواج پاچکا ہے جسکے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد اپنے باپ کی تلاش میں پرشان اور سرگرداں ہے ۔ دیکھیے:
[9]. Judith Graham, Sperm donors' offspring reach out into past, *Chicago Tribune*, Sunday, June 19, 2005, p.1

قطع نظر اسکے کہ یہ تمام عمل اخلاقی اور قانونی طور پر کس حد تک جائز یا ناجائز ہیں یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انمیں سے کوئی طریقہ بھی برضا ورغبت زنا کے زمرے میں شامل نہیں کیا جاسکتا ۔ ایک اور نکتہ جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر عورت خفیہ طور پر برضا و رغبت زنا کی مرتکب ہوئی بھی ہے تو اس جرم میں اسکے ساتھہ کم ازکم کوئی ایک مرد بھی شریک ہے ۔ اب اسکے بعد فطرت نے عورت کے حمل اور زچگی کی بنا پر اسکے جرم کا اظہار تو کردیا مگر فطرت نے اس مرد کو جو اس جرم میں برابر کا شریک تھا پوشیدہ رکھا ۔ اب کیا معاشرہ عورت پر تو ظاہری قرائن اور آثار کی بنا پر حد نافذ کردے لیکن شریک جرم مرد آزاد اور باعزت زندگی گزارے؟ کیا حد کا ایسا یک طرفہ نفاذ انصاف اور مساوات کے تقاضوں کے مطابق ہوگا؟ یہ الگ بات ہے کہ عورت اللہ کے عذاب سے ڈر کر خود ہی دنیا کی سزا کے لیے اپنےآپکو نہ صرف پیش کرے بلکہ سزا پر اصرار بھی کرے ۔ غامدی قبیلہ کی ایک عورت کی حدیث کے مطابق ایسی صورت میں حالات و مصلحت کو دیکھتے ہوۓ مناسب وقت پر حد کا نفاذ کیا جاسکتا ہے ۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زانیہ کو اس مرد کی نشان دھی کردینی چاہیے جس نے اسکے ساتھہ زنا کیا تھا ۔ لیکن کیا یہ نشان دھی خودعورت کو زنا کی سزا سے بچا دیگی؟ یا یہ نشان دھی مرد کو بھی لازما" سزا دلادیگی؟ یہ بات ظاہر ہے کہ دونوں سوالوں کے جوابات ' نہیں' ہیں ۔ آخر صرف ایک عورت کے الزام لگانے پر کسی مرد کو سزا کیسے دی جاسکتی ہے اگر ملزم انکاری ہو؟ آج کل یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈی این اے ٹسٹ سے ملزم کا جرم معلوم کیا جاسکتا ہے ۔ لیکن ڈی این اے ٹسٹ اگر مثبت ہو تو صرف شبہ پیدا کرسکتا ہے۔ حتمی ثبوت نہیں دے سکتا ۔اور اسلام محض شبہ کی بنا پر کسی کو سزاوار قرار نہیں دیتا بلکہ شبہ کا فائدہ ملزم کو دیتا ہے ۔ امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک کا یہ حال ہے کہ وھاں محض ڈی این اے ٹسٹ کی بنا پر بے شمار بے قصورافراد کو موت اورعمر قید کی سزائیں دی گئیں اور بعد میں ثبوت ملے کہ وہ سزایافتہ افراد بے قصور تھے:

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ھاۓ اس زود پشیماں کا پشیماں ھونا

البتہ اگر ٹسٹ کا نتیجہ منفی ہو توملزم مکمل طور پر بری ہوجاتا ہے ۔ اس ساری بحث سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عورت کی فطری کمزوریوں سے واقف ہے اور چونکہ عورت کو وہ فطری حفاظت حاصل نہیں جو مرد کو حاصل ہے اس لیے عورت پر زنا کی حد صرف اور صرف اسی صورت میں نافذ کی جانی چاہیے جب جرم میں شامل مرد پر بھی نافذ کی جاسکے ۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کم از کم چار افراد کسی عورت اور کسی مرد کو عمل زنا میں مصروف دیکھنے کی گواہی دیں جیسا کہ ھم اوپر دیکھہ چکے ہیں کہ یہی قرآن کا حکم ہے ۔ دوسرے معنوں میں یہ کہنا چاھیے کہ نہ صرف یہ کہ فحاشی کا ارتکاب کیا جا رہا ہو بلکہ علانیہ کیا جارہا ہو۔ قرآن تو خفیہ فحش عمل کو عام کرنے یا پھیلانے کو بھی پسند نہیں کرتا اسی لیے تو وہ یہ ھدایت کرتا ہے کہ ا گر الزام لگانے والے چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو پھر انھی الزام تراشی کرنے والوں کو نہ صرف یہ کہ اسّی (٨٠) کوڑوں کی سزا دی جاۓ بلکہ انکی کوئی شھادت بھی کبھی قبول نہ کی جاۓ :

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَـٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَـٰنِينَ جَلْدَةً وَلاَ تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَـٰدَةً أَبَدًا ۚ
(النور ٢٤ : ٤)
(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لیکر نہ آئیں انکو اسی (٨٠) کوڑے مارو اور انکی شہادت کبھی قبول نہ کرو)

اور قرآن ان الزام لگانے والوں کو ہی الٹا جھوٹا گردانتا ہے اور عذاب کا مستحق گردانتا ہے:

فَإِذْلَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَآءِ فَأُوْلَـٰٓئِكَ عِندَاللهِ هُمُ الكَاذِبُونَ ○ (النور ٢٤: ١٣)
(اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں ، اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں) (مزید دیکھیے النور ٢٣)

عورت کو سزا دینے کا ایک اور اصول قرآن ہمارے سامنے رکھتا ہے ۔ اللہ نے جب حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی قوم کو کفر اور سرکشی کی سزائیں دیں تو انکی بیویاں بھی ان سزاوں سے نہ بچ سکیں ۔ مثلاً" حضرت لوط کی بیوی کے لیے قرآن کا کہنا ہے :

فَأَنجَيْنَـٰهُ وَأَهْلَهُ إِلاَّ امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَـٰبِرِينَ ○ وَ أَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا (الاعراف ٧: ٨٣- ٨٤)
(آخرکار ہم نے اسکو (لوط کو) اور اسکے گھروالوں کو بجز اسکی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی بچاکر نکال دیا اور اس قوم پر برسائی ایک بارش) (مزید دیکھیے الحجر ٦٠ ، النمل ٥٧ ،العنکبوت ٣٢- ٣٣ اور التحریم ١٠)

ہم دیکھتے ہیں کہ نبیوں کی یہ بیویاں بھی اسی عام عذاب کی سزا وار ہوئیں جو انکی بستیوں پر نازل ہوئے اور وہ اس لیے کہ اللہ تعالی کے اصول اور ضابطے بے لاگ ہیں ۔ نبی کے ساتھہ نسبت شرک اور کفر کے عذاب سے نہیں بچا سکتی ۔ بلکہ نسبت تو گناہ کی سنگینی کو بڑھادیتی ہے ۔ قرآن نے اس اصول کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح کیا ہے:

يَـٰنِسَآءَ النَّبِىِّ مَن يَأْ تِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَينِ ۚ (الاحزاب ٣٣: ٣٠)
(نبی کی بیویو ، تم میں جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا)

اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو اللہ نے چند ایسے خصوصی تحفظ دیے تھے جو دوسری آزاد خاندانی شریف عورتیں کو حاصل نہیں ۔ قرآن خود یہ بات ہمیں بتاتا ہے کہ ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تھیں:

يَـٰنِسَآءَ النَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۚ (الاحزاب ٣٣: ٣٢)
(نبی کی بیویو ، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو)

آئیے پھردیکھیں کہ آخر کس طرح وہ عام عورتوں سے مختلف تھیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب قرآن نے ازواج مطہرات کو یہ حق دیا کہ وہ دنیا کی آسائش (الاحزاب ٢٨) یا اللہ ، اسکے رسول اور آخرت کے اجر میں سے ایک چیز چن لیں :

وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَ رَسُولَهُ وَالدَّارَ الأخِرَةَ فَإِ نَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَـٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ○ (الاحزاب ٣٣: ٢٩)
(اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول اور دار آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے انکے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے)

تو انھوں نے ہر دکھہ و سکھہ میں اللہ کے رسول کے ساتھہ رہنے کو چن لیا. گویا اس طرح وہ دنیا میں اپنے حق خلع اور اللہ کے رسول کی زندگی میں یا انکے بعد کسی دوسرے کے ساتھہ شادی کرنے کے حق و خیال سے بھی دست بردار ہو گئیں ۔ اور اس طرح آخرت میں بھی اللہ کے رسول کے ساتھہ رہنے کا حق

حاصل کرلیا ۔ کیا اس دنیا میں عام عورتوں کی شادی اس شرط کے ساتھ ہوتی ہے کہ وہ کبھی خلع کا مطالبہ نہ کریں گی اور نہ ہی کبھی طلاق یا بیوگی کی صورت میں دوسری شادی کریں گی؟ وہ تو اپنے ان دونوں حقوق سے کبھی دست بردار نہ ہوں گی اور نہ ہی معاشرے کو ایسا سوچنا چاہیے جبکہ اسلام نے انکو یہ حقوق عطا کیے ہیں ۔ان حقوق سے محروم کرنے کی ایسی کوئی یکطرفہ کوشش یا قانون عورت پر صریح ظلم ہو گا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے ازواج مطہرات کے اس انتخاب کی حفاظت اس طرح کی کہ اپنے رسول کوبھی منع کردیا کہ اسکے بعد وہ نہ کسی بیوی کو علیحدہ کریں گے اور نہ ہی ان شرائط کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں کے سلسلے میں عائد کی گئی ہیں نظرانداز کر کے کوئی دوسری شادی کریں گے:

لاَ يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلاَ أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ
إِلاَّ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ (الاحزاب ۳۳: ۵۲)

(اور اسکے بعد تمہارے (نبی کے) لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ اسکی اجازت ہے کہ انکی جگہ اور بیویاں لےآؤ خواہ انکا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو البتہ لونڈیوں کی تمہیں اجازت ہے)

کیا عام عورت کو یہ تحفظ حاصل ہے کہ اسکا شوہر کسی صورت بھی اسکو طلاق نہ دے گا؟ اور نہ ہی دوسری شادی کرے گا؟

تیسری بات یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو قرآن نے مومنین کی ماں کا رتبہ عطا کرکے انکے گرد ایک اور حفاظتی حصارقائم کیا ہے:

النَّبِىُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنۡ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُۥٓ أُمَّهَـٰتُهُمْ (الاحزاب ۳۳: ٦)

(بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے انکی اپنی ذات پر مقدم ہے ، اور نبی کی بیویاں انکی مائیں ہیں)

اس طرح حرمت کا یہ رشتہ قائم کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے مردوں کو ان سےشادی کے خیال سے بھی روک دیا ہے:

وَلاَ أَن تَنكِحُوٓا أَزْوَاجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا ۚ (الاحزاب ۳:۳۳ ۵)

(اور نہ یہ جائز ہے کہ انکے بعد انکی بیویوں سے نکاح کرو)

کیا مردوں کو عام بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی سے منع کیا گیا ہے؟ بلکہ اسکے برعکس قرآن تو بیوہ عورتوں کو شادی کی اجازت دیتا ہے جیسا کہ ہم آگے کسی مناسب جگہ پرمطالعہ کریں گے ۔

ایک اور بات جو ذہن میں رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ حرمت کا یہ رشتہ جو قرآن نے نبی کی بیویوں کے ساتھ قائم کیا ہے حقیقی اور صلبی نہیں ہے بلکہ نظری اور ایمانی ہے ۔ اوراللہ تو حکیم اور علیم ہے ۔ وہ انسان کی کمزوریوں سے واقف ہے اس لیے اس حرمت کی پامالی کی جو راہیں ہو سکتی تھیں انکو مسدود کرنے اور اس طرح ازواج مطہرات کو محفوظ رکھنے کی خاطر قرآن نے چند اور احتیاطی حصار قائم کردیے۔ ایک حصارغیرمحرم لوگوں سے دبی زبان میں گفتگو نہ کرنے کا تھا اور دوسرا حصار گھر میں رہنے اور بلا اشد ضرورت گھر سےباہر نہ جانے کا تھا :

إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ
وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفًا ○ وَقَرْنَ فِى بُيُوتِكُنَّ (الاحزاب ۳۳: ۳۲-۳۳)

(اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑجائے ، بلکہ صاف سیدھی بات کرو ۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو)

اور تیسرا حصار یہ تھا کہ غیرمحرم مردوں کو منع کردیا کہ وہ اپنے معاملات اور لین ودین ازواج مطہرات کےسامنے دوبدو نہ کریں بلکہ کسی پردے یا دیوار یا دروازے کی آڑ سے کریں:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ (الاحزاب ۳:۳۳ ۵)

(نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھہ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو)

یہ وہ زائد حفاظتی حصار تھے جو ازواج مطہرات کوعام عورتوں کےمقابلے میں قرآن نےعطا کیے تھے ۔ اب اگر ازواج مطہرات اللہ سے کیے ہوئے معاہدے کو حفاظت کےان خصوصی حصار کے ہوتے ہوئے بھی توڑنے کی مرتکب ہوتیں تو وہ دوگنےعذاب کی مستحق ٹھہرتیں ۔ یہ زائد حصار عام عورتوں کے لیے اختیاری تو ہو سکتے ہیں لازمی نہیں ہوسکتے ۔ کیا ہرعورت ہر دوسرے مرد کی ماں ہے؟ کیا غیرشادی شدہ عورت کو قرآن شادی سے روکتا ہے؟ جبکہ ہم آگے دیکھیں گے کہ قرآن تو بیوہ اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی دوسری شادی کا حق دیتا ہے ۔ اب اگرعام عورتوں کے گرد بھی یہ حصار اس طرح قائم کردیے جائیں کہ گھر سے باہر نہ نکلنا ، جن مردوں سے شادی ہوسکتی ہے (یعنی غیر محرم) اول تو انکے سامنے نہ آنا اور اگر بات کرنی ہی پڑجائے تو سخت لہجے میں بات کرنا تو ایسی عورتوں کی آسانی سے شادی کا کیا امکان ہے؟ اور کتنے مرد ایسے ہیں جو کسی عورت سے گفتگو کیے بغیر اور اسے دیکھے بغیر اس سے شادی پر آمادہ ہوسکتے ہیں؟ قرآن تو مرد کی اس فطرت کی مزمت نہیں کرتا کہ جس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ اس سے دل خوش کن بات کرے:

وَلاَ جُنَاحَ عَلَيكُم فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِن خِطْبَةِ النِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُم فِيَ أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَ لاَكِن لاَّ تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلاَّ أَن تَقُولُوا قَوْلاً مَّعْرُوفًا ۚ (البقرہ ۲: ۲۳۵)
(خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھہ منگنی کا ارادہ اشارے کنایے میں ظاہر کردو، خواہ دل میں چھپائے رکھو ، دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ اللہ جانتا ہے کہ انکا خیال تو تمہارے دل میں آئے گا ہی ۔ مگر دیکھو خفیہ عہدوپیمان نہ کرنا ۔ اگر کوئی بات کرنی ہے تو معروف طریقے سے کرو)

اس اصول کے تحت ہم دیکھتے ہیں کہ جن عورتوں کو حفاظت کے جتنے کم حصار حاصل ہوتے ہیں اتنا ہی انکے گناہوں پر انکی سزا بھی کم ہوتی ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کنیز یا لونڈی کو اسکی شادی ہوجانے کے باوجود معاشرے میں اسے ایک آزاد خاندانی شریف عورت کا سا تحفظ حاصل نہیں ہوتا لھذا قرآن نے اسکے گناہ پر اسکی سزا بھی آدھی کردی ہے:

فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَـٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ (النسآء ٤: ۲۵)
(پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہوجائیں اور اسکے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو انپر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں کے لیے مقرر ہے)

یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ قرآن نے کنیز رکھنے کو ممنوع کیوں نہیں کیا؟ یہ سوال دراصل نفس غلامی سے تعلق رکھتا ہے جو ہمارے زیر مطالعہ موضوع سے باہر ہے ۔ پھر بھی یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن جنگ میں قید کی ہوئی عورتوں میں سے ہر ایک کو اس وقت تک کے لیے جب قیدیوں کا باقاعدہ تبادلہ نہ ہو صرف ایک ہی مرد کی ملکیت زوجیت میں دیتا ہے الا یہ کہ مالک ملکیت اپنے پاس رکھے لیکن زوجیت ختم کرکے کسی دوسرے کی زوجیت میں دیدے تو ایسی صورت میں ملکیت اور زوجیت الگ الگ ہوجاتی ہیں ۔ اس طرح اس قیدی عورت کی نہ صرف یہ کہ جسمانی بلکہ جنسی ضرورت کی بھی باعزت تسکین کا انتظام کرتا ہے ۔ قرآن کے اس نظام کا ذرا موجودہ دور کے خود ساختہ تہذیب کے اس لادینی نظام سے موازنہ کیجیے جس میں قیدی عورتوں کو عراق کے ابوغرائب جیل خانے میں زنجیروں سے جکڑکر رکھا جاتا ہے جہاں وہ سپاہیوں اور فوجیوں کی جنسی ہوس کا وقتا" فوقتا" شکار ہوتی رہتی ہیں ۔ یا جس نے ویٹنام میں لاکھوں آزاد عورتوں کی عصمت دری کر کے انکو اور انکے ناجائزجنم دیے ہوئے لاکھوں بچوں کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا ۔ یا جس نے دوسری جنگ عظیم میں یورپ اور چین کی ہزاروں اور لاکھوں آزاد عورتوں کو پکڑ پکڑ کر ان سے اپنے فوجیوں کی جنسی تسکین فراہم کی ۔ ان دو میں سے کونسا نظام جنگ میں پکڑی ہوئی عورت کے لیے بہتر ہے؟ اگر کوئی اور بہتر نظام ہے توآخر یہ دنیا اسے پیش کیوں نہیں کرتی یا/اور اس پر عمل کیوں نہیں کرتی؟
(جاری)